Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

QURANIC INTERPRETATION BY OPINION MEANING, TYPES ANALYTICAL STUDY

تفسیر بالرائے: مفہوم، حکم، اقسام تجزیاتی مطالعہ

Reeda Mushtaq
PhD Scholar University of Sialkot, Sialkot
reedamushtaq1@gmail.com
Dr Abdul Rehman
Head of Islamic Studies Department, University of Sialkot, Sialkot
abdulrehman.is@uskt.edu.pk
Sitara Jabeen
MS Scholar University of Sialkot, Sialkot
sitarach5@gmail.com

ABSTRACT

This paper presents an in-depth analysis of "Tafseer Bil Ra'y" (interpretation of the Quran based on personal opinion), exploring its meaning, legitimacy, and various forms. It delves into the principles and conditions required for its valid application, emphasizing the limitations within which scholars have permitted its use. The significance of this topic lies in its ability to offer a more expansive understanding of Quranic verses, especially in addressing contemporary issues. The research aims to clarify the concept of Tafseer Bil Ra'y, analyze its different forms, and examine its role in modern times. Furthermore, the study investigates the impact of personal judgment in Quranic exegesis and its ongoing relevance in Islamic scholarship. The paper also explores how the application of personal judgment can be used responsibly to address current challenges while maintaining the integrity of the Quranic message. Recommendations for further research include a deeper examination of the principles and criteria for valid Tafseer Bil Ra'y, a more detailed analysis of its different forms and their implications, and an exploration of its application to contemporary issues, including those in modern social, scientific, and ethical contexts. This study contributes to the ongoing discourse on the interpretation of the Quran and its application in today's world.

Keywords: *Quranic Interpretation Methodologies, Scholarly Views on Opinion-Based vs Traditional Tafsir, Principles of Quranic Exegesis.*

تعارف موضوع

تفسیر قرآن اسلامی علوم میں ایک عظیم المرتبت علم ہے جس کے ذریعے قرآن کے مفاہیم اور معانی کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تفسیر کی دو بڑی اقسام میں تفسیر بالماثور (نقل شدہ تفسیر) اور تفسیر بالرائے (رائے پر مبنی تفسیر) شامل ہیں۔ "تفسیر بالرائے" قرآن مجید کے معانی کو عقل، اجتہاد اور فہم کی بنیاد پر بیان کرنے کا طریقہ ہے، لیکن اس کے لیے علم، تقویٰ، اور اصولِ تفسیر کی پابندی لازم ہے۔

اس مقالے میں "تفسیر بالرائے" کے مختلف پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے، جس میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں:

1. مفہوم: تفسیر بالرائے کا لغوی و اصطلاحی مفہوم اور اس کی بنیاد۔
2. حکم: علماء کے درمیان تفسیر بالرائے کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں آراء اور اس کے لیے ضروری شرائط کا بیان۔
3. اقسام: جائز اور ناجائز تفسیر بالرائے کی اقسام کا ذکر، اور ان کے درمیان فرق کو واضح کرنا۔
4. دلائل و شواہد: تفسیر بالرائے کے جواز کے دلائل قرآن، سنت، اور اقوالِ صحابہ کی روشنی میں۔

یہ آرٹیکل نہ صرف تفسیر بالرائے کے مفہوم اور اصولوں کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا بلکہ اس کے جواز اور اقسام پر علماء کے درمیان اختلافات کو بھی اجاگر کرے گا۔ اس تجزیاتی مطالعے کا مقصد قرآنی علوم میں مزید تحقیق اور فہم کی راہیں ہموار کرنا ہے۔

اہمیت موضوع:

تفسیر بالرائے کا موضوع قرآن مجید کی تفہیم میں ایک اہم پہلو ہے جو عقل و فہم کی بنیاد پر قرآنی آیات کی تشریح کرتا ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ مسلمانوں کو قرآن کے معانی اور احکام کو موجودہ دور کے مسائل کے تناظر میں سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ تفسیر بالرائے کے ذریعے محققین و علماء قرآن کی تعلیمات کو انسانی عقل اور اجتہاد کی روشنی میں نیا زاویہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، جو اسلامی فقہ، اخلاقیات اور معاشرتی مسائل کے حل میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کے جواز اور اصولوں کو سمجھنا اسلامی علمی روایت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور اس کے صحیح استعمال سے دین کی زیادہ بہتر تشریح اور اطلاق ممکن ہوتا ہے۔

رائے کا معنیٰ و مفہوم:

رائے: "**رأی**" سے ماخوذ ہے، جو کہ مہموز العین ہے، اور اس کی جمع آراء یا ارءاء آتی ہے۔

رائے کا معنی: کسی چیز کے اصولوں پر غور و فکر کرنا، اس کے نتائج پر نظر ڈالنا، اور یہ جاننا کہ وہ کس طرح درست یا غلط ہو سکتی ہے۔[1]

تفسیر بالرائے کا مفہوم:

اس کا مطلب یہ ہے کہ مفسر قرآن اجتہاد کے تمام اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے عقل و فہم کو قرآن کے سمجھنے اور اس سے استنباط کرنے میں استعمال کرتا ہے۔

اسی طرح تفسیر بالرائے کے مترادف اصطلاحات بھی ہیں جیسے تفسیر عقلی اور تفسیر اجتہادی۔ چونکہ رائے کا مقام عقل ہے، اس لیے تفسیر عقلی کو تفسیر بالرائے کے مترادف سمجھا گیا ہے۔ تفسیر بالرائے مفسر کی ہی اجتہاد ہے اسی لیے تفسیر اجتہادی کو تفسیر بالرائے کا مترادف کہا گیا ہے۔

تفسیر بالرائے کا نتیجہ کسی حکم یا فائدے کا مستنبط کرنا ہے اسی لیے مفسرین کے استنباطات تفسیر بالرائے کے قبیل سے ہیں۔

---

[1] الصفدی، عبد القاہر بن طاہر، لامیۃ العجم شرح الغیث المسجم (بیروت: دار صادر، ۱۹۸۳م)، 1/63

تفسیر بالرائے کی اقسام اور سلف کا موقف:

لفظ "تفسیر بالرائے" کے بارے میں خاص حساسیت پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے کچھ لوگ اس سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں؛ کیونکہ سلف سے اس کی مذمت میں آثار واقوال وارد ہوئے ہیں۔ تاہم جب ان کے اقوال کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے تفسیر بالرائے کو خود اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے تو اب غور کرنے کی ضرورت ہے کہ سلف کا موقف اس حوالے سے کیا تھا؟ اس کے لیے کچھ اقوال پیش کیے جاتے ہیں تاکہ موقف واضح ہو سکے۔

تفسیر بالرائے کی مذمت وعدم جواز میں اقوال:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: اتقوا الرایٔ فی دینکم [2]: "تم اپنے دین کے معاملے میں رائے قائم کرنے سے بچو"۔ آپ رضی اللہ عنہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ: "دین کے معاملے میں اپنی رائے قائم کرنے والوں سے بچو؛ کیونکہ وہ سنتوں کے دشمن ہیں، حدیثوں کی یاد کرنے نے انھیں تھکا دیا ہیں، اس لیے وہ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں، تو نتیجتاً وہ خود بھی گمراہ ہو جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں"۔[3]

حضرت حسن بصری (رحمت اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

واتھموا اھواءکم ورایکم علی دین اللہ وانتصحوا کتاب اللہ علی انفسکم [4]

"اپنی خواہشات اور اپنی رائے کو اللہ کے دین پر ترجیح مت دو، بلکہ اپنے آپ اور اپنے دین کے بارے میں کتاب اللہ سے راہنمائی حاصل کرو"۔

تفسیر بالرائے کی صحت وجواز میں اقوال:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جن کے اقوال تفسیر بالرائے کی مذمت اور عدم جواز میں نقل کیے جا چکے ہیں، ان حضرات سے تفسیر بالرائے کی جواز کے اقوال بھی منقول ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ جب انہوں نے قاضی شریح رحمہ اللہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو ان سے فرمایا: کہ "اگر تمہیں کسی مسئلے کا حل کتاب اللہ میں مل جائے تو کسی دوسرے سے اس کے حکم کے بارے میں مت پوچھنا، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر اسے رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تلاش کر کے اس کی پیروی کرنا اور اگر اس میں بھی نہ ملے تو پھر اجتہاد کرنا یعنی اپنی رائے سے فیصلہ کرنا"۔[5]
- حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے آپ سے پوچھا کہ آپ جو لوگوں کو مسائل کے بارے میں فتویٰ دیتے ہیں کیا یہ سب کچھ آپ نے اپنے اکابرین سے سنا ہیں یا آپ کی اپنی رائے ہے؟ تو حضرت حسن بصری نے جواب

---

[2] البیھقي، أبو بکر أحمد بن الحسین، المدخل إلی السنن الکبری، جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، (بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۱ھ)، 168/2

[3] البیھقي، أبو بکر أحمد بن الحسین، المدخل إلی السنن الکبری،

[4] ایضا،

[5] ایضا

دیا:"کہ مسائل کے بارے میں ہم جو لوگوں کو فتویٰ دیتے ہیں، وہ سب کچھ ہم نے اپنے اکابرین سے نہیں سنا ہوتا ہیں بلکہ وہ ہماری رائے ہوتی ہے کیونکی ہماری رائے اور اجتہاد عام لوگوں کے لیے ان کے حق میں ان کی اپنی رائے اور اجتہاد سے زیادہ بہتر ہے۔"[6]

مذکورا قوال بظاہر مختلف اور متضاد نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں ان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اگر آپ ان کے اقوال پر غور کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک اجتہاد اور رائے (تفسیر بالرائے) کی دو قسمیں ہیں:

1 - **تفسیر بالرائے مذموم:**

2 - **تفسیر بالرائے محمود:**

تفسیر بالرائے کا حکم:

یہاں پر اس رائے کے حکم کے بارے میں بات ہو گی جو عام طور پر علوم شرعیہ سے متعلق ہوتی ہے دو قسم کی ہوتی ہے: مذموم اور محمود۔

مذموم رائے:

رائے مذموم کا مطلب یہ ہے کہ بغیر علم کے بات کی جائے، رائے مذموم کی یہ تعریف قرآن وحدیث سے اخذ کی گی ہے: جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ [7]

کہہ دیجیے: میرے رب نے صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور گناہ کو اور ناحق سرکشی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور یہ کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"يَ- ' ـٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْ ؘأَرْ ؘضِ حَلَ- ٰلً ؚا طَيِّبً ؚا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْ ؘطَ- ٰنِ ؘ إِنَّهُۥ لَكُمْ ؘ عَدُوٌّ ؚ مُّبِينٌ
" [8]

اے لوگو! جو کچھ زمین میں حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اسی طرح سورۃ الاسراء میں ارشاد ہے:

"وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ؘ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَ- ' ـٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْ- ـُٔولً ؚا" [9]

اور ایسی بات کے پیچھے نہ پڑو جس کا تمہیں علم نہ ہو، بے شک کان، آنکھ اور دل، ان سب سے باز پرس کی جائے گی۔

---

[6] ایضا

[7] القرآن، الاعراف، 33:7

[8] القرآن، الاسراء، 36:17

[9] القرآن، البقرہ، 168:2

ان آیات کریمہ میں ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے جو بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولتے ہیں اور سختی سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اس کو محرمات (حرام شدہ چیزوں) میں سے شمار کیا ہے، دوسری آیت میں اس کو شیطان کی تابعداری قرار دیا گیا ہے اور تیسری آیت میں اس سے روکا گیا ہے۔ یہ آیات کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بغیر علم کے رائے قائم کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

اور حدیث مبارک میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

إن اللہ لایقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من الناس، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء، حتی إذالم یترک عالما اتخذ الناس رءوسا جھالا، فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[10]

"اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھینتے ہوئے نہیں اٹھائے گا بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالے گا حتی کہ جب وہ (لوگوں میں) کسی عالم کو (باقی) نہیں چھوڑے گا تو لوگ (دین کے معاملات میں بھی) جاہلوں کو اپنے سربراہ بنالیں گے۔ ان سے (دین کے بارے میں) سوال کیے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے، اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

امام بخاری رح نے اس حدیث کو کتاب الاعتصام کے "**باب مایذکر من ذم الرای وتکلف القیاس**" کے تحت روایت کیا ہے۔

رائے محمود:

یہ رائے کی وہ قسم ہے جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد کے علماء امت عمل کرتے چلے آئے ہیں، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ یہ رائے مبنی بر علم اس طرح کی رائے محمود ہے اس پر اس مذموم رائے کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔

آرٹیکل بنیادی طور پر تین مباحث پر مشتمل ہوگا۔

- تفسیر کے بارے میں سلف صالحین کا موقف
- تفسیر بالرائے کی اقسام
- تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے میں فرق

سلف صالحین کا تفسیر بالرائے کے بارے میں موقف:

تفسیر کا مطلب ہے کلام اللہ کا معنی ومفہوم بیان کرنا، اور چونکہ یہ ایسا عمل ہے جس میں انسان کو اللہ کی بات کا مفہوم بیان کرنا ہوتا ہے، اس لیے جو شخص تفسیر کرتا ہے وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام مطلب یہ ہے۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ وہ جو کہے وہ درست نہ ہو اس لیے حضرت مسروق بن الأجدع (ت:۶۳ھ) فرمایا کرتے تھے:

"تفسیر بالرائے سے بچو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے نقل کرنا ہوتا ہے"[11]

---

[10] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ، کتاب الاعتصام، باب مایذکر من ذم الرای وتکلف القیاس (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۴۲۴ھ)، 13/295۔

[11] سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (قاہرہ: دار الفکر، 2006ء)، 2/179۔"

اس علم میں بعض سلف کے درمیان ایک خاص نوعیت کی احتیاط برتی جاتی تھی حتیٰ کہ بعض لوگ جب حلال وحرام کے بارے میں سوال کرتے تو وہ جواب دیتے، لیکن جب کسی آیت کے بارے میں سوال کیا جاتا تو خاموش ہو جاتے جیسے انہوں نے سنا ہی نہ ہو۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ سلف میں تفسیر بالرائے کے حوالے سے دو گروہ تھے:

ایک گروہ جو تفسیر میں اپنی رائے دیتا تھا اور اجتہاد کرتا تھا اور دوسرا گروہ جو بہت کم یا مکمل طور پر اس سے اعراض کرتا تھا۔

جن لوگوں نے تفسیر میں اپنی رائے دی اور اس کے بارے میں بات کی ان میں حضرت عمر بن خطاب (ت:۲۳ھ)، حضرت علی بن ابی طالب (ت:۴۰ھ) حضرت عبد اللہ بن مسعود (ت:۳۳ھ) حضرت عبد اللہ بن عباس (ت:۶۷ھ) اور دوسرے صحابہ شامل ہیں۔

جبکہ تابعین اور تبع تابعین میں بھی کئی لوگ تھے جنہوں نے تفسیر میں اپنی اپنی رائے دی، جیسے مجاہد بن جبر (ت:۱۰۳ھ)، سعید بن جبیر (ت: ۹۵ھ)، عکرمہ مولیٰ ابن عباس (ت:۱۰۷ھ)، حسن بصری (ت:۱۱۰ھ)، قتادہ (ت:۱۱۷ھ)، ابو الالیہ (ت:۹۳ھ)، زید بن اسلم (ت: ۱۳۶ھ)، ابراہیم نخعی (ت: ۹۶ھ)، محمد بن کعب القرظی (ت:۱۱۷ھ)، عبد الرحمن بن زید بن اسلم (ت:۱۸۲ھ)، عبد الملک بن جریج (ت: ۱۵۰ھ)، مقاتل بن سلیمان (ت:۱۵۰ھ)، مقاتل بن حیان (ت:۱۵۰ھ)، اسماعیل السدی (ت:۱۲۷ھ)، الضحاک بن مزاحم (ت: ۱۰۵ھ)، یحیی بن سلام (ت:۲۰۰ھ) وغیرہ۔[12]

تفسیر بالرائے میں جن اسلاف نے احتیاط سے کام لیا ہیں ان میں تابعین کے (24) افراد شامل ہیں جو مدینہ اور کوفہ کے رہنے والے تھے۔ مدینہ کے اہل علم کے بارے میں عبید اللہ بن عمر نے کہا: "میں نے مدینہ کے فقیہوں کو دیکھا اور وہ تفسیر میں سخت زبان استعمال کرتے تھے" ان میں سالم بن عبد اللہ، القاسم بن محمد، سعید بن المسیب، اور نافع شامل ہیں۔[13]

یزید بن ابی یزید نے کہا:

"ہم سعید بن المسیب سے حلال وحرام کے بارے میں پوچھتے تھے اور وہ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لیکن جب ہم ان سے قرآن کی آیت کے بارے میں سوال کرتے تو وہ خاموش ہو جاتے جیسے انہوں نے سنا ہی نہ ہو"۔[14]

ہشام بن عروہ بن الزبیر نے کہا: "میں نے کبھی اپنے والد کو کتاب اللہ کی کسی آیت کی تفسیر کرتے نہیں سنا"۔[15]

کوفہ کے اہل علم کے بارے میں ابراہیم النخعی نے کہا: "ہمارے اصحاب یعنی کوفہ کے علماء تفسیر بالرائے سے بچتے تھے اور اسے خوف کی نظر سے دیکھتے تھے"[16]

اسی طرح امام اللغۃ اصمعی (وفات 215ھ) بھی تفسیر بالرائے کے بارے میں بہت محتاط رہے اور ان سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ قرآن میں کسی لفظ کا معنی بیان کرنے سے گریز کرتے تھے۔[17]

---

[12] الطیار، مساعد بن سلیمان، المحرر في علوم القرآن (الریاض: دار ابن الجوزي، 1431ھ)، 188

[13] الطبري، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، تحقیق: أحمد محمد شاکر (القاهرة: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۰ء)، ۸۵/۱۔

[14] الطبري، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، 1/85۔

[15] ابی عبید، القاسم بن سلام، فضائل القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریة، 1953ء)، 229

[16] ابی عبید، فضائل القرآن، 229

[17] المبرد، محمد بن یزید، الکامل، تحقیق: محمد أبو الفضل إبراهیم (القاهرة: دار الفکر العربي، ۱۹۹۷ء)، ۹۲۸/۲۔

یہ سب لوگ تفسیر میں احتیاط اور گریز اس لیے کرتے تھے کہ انھیں اس بات کا خوف تھا کہ کہیں وہ غلط تفسیر بیان نہ کریں۔

تفسیر بالرائے کی اقسام:

تفسیر بالرائے کی درج ذیل دو قسمیں ہیں۔

- تفسیر بالرائے محمود
- تفسیر بالرائے مذموم

قسم اول: تفسیر بالرائے محمود

یہ وہ قسم ہے جس کی بنا ایسے علم پر ہو جس کی وجہ سے مفسر غلطی میں واقع ہونے سے محفوظ رہے۔ تفسیر بالرائے محمود کے جواز پر کئی دلائل موجود ہیں۔ ان دلائل میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- **آیات قرآنیہ:** جو تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہیں:

قرآن میں کئی آیات تدبر قرآن کی تلقین کرتی ہیں:

جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اَفَلَا یَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا"[18]

اور ایک اور مقام پر فرمایا: کِتَابٌ اَنزَلْنَاهُ اِلَیْکَ مُبَارَکٌ لِّیَدَّبَّرُوا آیَاتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ" [19]

اللہ تعالیٰ کا لوگوں کو تدبر قرآن پر ابھارنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں ان آیات کا تفسیر سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو ہمارے لئے واضح نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کسی کو نہ سمجھی ہوئی بات کے بارے میں کہا جائے کہ اس سے عبرت حاصل کرو۔[20]

تدبر کا مطلب ہے سوچنا اور گہرائی سے غور کرنا تاکہ ہمیں معانی کی سمجھ آسکے، اور یہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب کسی جملے میں الفاظ کم اور معانی زیادہ پوشیدہ ہوں، اور جتنا زیادہ انسان تدبر کرے، اتنے نئے معانی سامنے آتے جائیں گے۔ [21]

تدبر ایک ذہنی اور عقلی عمل ہے جس کے ذریعے انسان قرآن کے معانی اور مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، اور جو بھی سمجھ آتی ہے، وہ اس کا اجتہاد اور اپنی رائے ہوتی ہے جسے وہ تدبر کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔[22]

- **صحابہ کرام کے اجتہاد پر رسول اللہ ﷺ کا اقرار**

یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ قرآن کی تفسیر میں اجتہاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شروع ہوا، بطور دلیل ان میں سے کچھ واقعات اور مثالیں یہ ہیں:

---

[18] القرآن، محمد، 24:47

[19] القرآن، ص 38:29

[20] ابن جریر، تفسیر طبری، 1/83، 84

[21] ابن عاشور، محمد الطاہر، التحریر والتنویر (تونس: الدار التونسیۃ للنشر، ۱۹۸۴ء)، ۲۳/۲۵۲۔

[22] ایضا۔

عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے غزوہ ذات السلاسل میں امیر لشکر بنا کر بھیجا، سخت سردی تھی ایک رات مجھے احتلام ہوا۔ مجھے ڈر تھا کہ اگر میں غسل کروں گا تو سردی مر جاؤں گا، اس لیے میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: 'عمرو، کیا تم نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی اس حال میں کہ تم جنبی تھے؟' میں نے کہا: 'جی ہاں، یا رسول اللہ، مجھے رات کو احتلام ہوا جب کہ سردی سخت تھی مجھے ڈر تھا کہ کہیں غسل کرنے سے مر نہ جاؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا: "اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو" اس لیے میں نے تیمم کیا اور نماز پڑھی۔' رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور کچھ نہیں کہا۔"[23]

اس واقعے میں دیکھا جا سکتا ہے کہ عمرو بن عاص نے اس آیتِ کریمہ سے اجتہاد کیا اور اس پر عمل کر کے تیمم کیا اور نماز پڑھائی، اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا۔

یوں ہی جب آیت الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ[24] نازل ہوئی، صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ ہم میں سے کون شخص اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ نہیں ہے جس کا تم سوچ رہے ہو، کیا تم نے صالح بندے کی بات نہیں سنی؟ "اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرو، شرک واقعی بڑا ظلم ہے"۔[25] اس میں صحابہ نے آیت کا عمومی مفہوم سمجھا، اور پھر رسول اللہ ﷺ سے وضاحت مانگی۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ قرآن کو سمجھنے میں اجتہاد کرتے تھے اور جب کوئی بات مشکل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی لیتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں قرآن کو سمجھنے اور اس پر بات کرنے سے نہیں روکا۔

ایک روایت یوں ہے کہ حضرت ابن عباس کے لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا کی: اللهم فقهه في الدين، وعلمه التأويل (اللہ اسے دین میں فہم دے اور اسے تاویل سکھا)۔ بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے: اللهم علمه الكتاب [26] (اللہ اسے کتاب سکھا)۔ تاویل کا مطلب تفسیر ہے، اور اگر قرآن کی تفسیر صرف رسول اللہ ﷺ سے سنی جاتی تو ابن عباس کو یہ دعا دینے کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ دوسرے صحابہ بھی اس میں شریک ہوتے۔[27] اس دعا سے واضح ہوتا ہے کہ تاویل کا مطلب قرآن کو سمجھنا ہے، اور یہ سمجھنا کسی شخص کا اپنا اجتہاد ہوتا ہے۔

صحابہ کا عمل بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انہوں نے قرآن کی تفسیر میں اجتہاد کیا اور اس پر عمل کیا۔ اس بات کا پتا اس وقت چلتا ہے جب صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں اختلافات سامنے آتے ہیں۔ اگر تفسیر صرف رسول اللہ ﷺ سے آتی، تو ان میں یہ اختلافات نہ ہوتے۔ اس بات کو واضح طور پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے دیکھا جا سکتا ہے، جب انہوں نے کلالۃ کے بارے میں کہا: "میں اس میں اپنے رائے سے کہوں گا، اگر یہ درست ہو تو اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر غلط ہو تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے۔" اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے کہا: "اگر رسول اللہ ﷺ کے سوا کچھ اور ہوتا تو اللہ کسی بندے کو قرآن میں سمجھ عطا کرتا۔" اس سے یہ ظاہر ہوتا

---

[23] أبو داود، سليمان بن الأشعث، سنن أبي داود، تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد (بيروت: دار الفكر، ١٤١٠ھ)، حديث رقم ٣٣٥۔

[24] القرآن، النعام، 82:6

[25] البخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه، كتاب الإيمان، (بيروت: دار ابن كثير، ١٤٢٣ھ)، حديث رقم ٣٢

[26] احمد بن حنبل، مسند احمد، (بيروت: مؤسسۃ الرسالہ، 1421ھ)، 2/32، رقم الحديث: 3379

[27] القرطبي، محمد بن أحمد، الجامع لأحكام القرآن (بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٣ھ)، ١/٣٣

ہے کہ قرآن کی تفسیر میں اجتہاد اور فہم ہوتا ہے، اور یہی فہم ہر شخص کا اپنا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آیات کے معانی میں اختلاف ہو سکتا ہے۔[28]

تفسیر بالرائے محمود کے شرائط:

پہلے یہ بیان کیا گیا تھا کہ تفسیر بالرائے محمود وہ ہوتی ہے جو ایسے شخص کے اجتہاد پر مبنی ہو، جو تفسیر قرآن کی شرائط کا حامل ہو اور اس نے قرآن فہمی کے اصول وشرائط کی روشنی میں ہی وہ تشریح وتوضیح کی ہو تو اس پر بھی تفسیر بالرائے کا اطلاق ہو جاتا ہے: لیکن یہ تفسیر بالرائے محمود ہے اور یہ جائز اور صحیح ہے اور جو اس سے ہٹ کر ہو وہ تفسیر بالرائے مذموم اور ناجائز ہے۔

لیکن کیا اس علم کی کوئی خاص تعریف ہے جس سے تفسیر محمود اور تفسیر مذموم میں فرق کیا جاسکے اور اس کی وجہ سے کسی رائے کو تفسیر میں جائز یاناجائز قرار دیا جاسکے؟

کچھ متاخرین علماء نے ان علوم کی وضاحت کی ہیں جن کی وجہ سے تفسیر بالرائے محمود بن جاتی ہے اور عدم جواز کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی (جو پانچویں صدی کے مایہ ناز عالم ہیں) نے ان علوم کی تعداد دس بیان کی ہے:[29]

علم لغت	اشتقاق	نحو	قراءت	سیر
حدیث	اصول الفقہ	علم الاحکام	علمِ کلام	علم الموہبۃ

جبکہ شمس الدین اصفہانی (749ھ) نے ان علوم کی تعداد پندرہ بتائے ہیں:[30]

علم لغت	اشتقاق	نحو	قراءت	سنن
آثار واخبار	اصول الفقہ	علم الاحکام	نظر وکلام	علم الموہبۃ
تصریف	معانی	بیان	اسبابِ نزول	فقہ واخلاق

یہ دونوں حضرات کہتے ہیں کہ جس شخص میں بھی یہ علوم بدرجہ اتم پائے جائے تو اس کے لیے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور اجتہاد کرنا جائز اور صحیح ہے اس پر تفسیر بالرائے مذموم کا اطلاق نہیں کیا جاسکتا ہے۔

امام راغب اصفہانی نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی شخص کو ان علوم میں سے کچھ پر دسترس حاصل نہ ہو اور وہ اپنے علم میں کمی محسوس کرے تو وہ ان علوم کے ماہرین سے مدد لے کر ان سے استفادہ کرے تو ان شاء اللہ وہ بھی تفسیر بالرائے مذموم نہیں ہو گا۔

امام راغب اصفہانی اور شمس الدین اصفہانی نے علم تفسیر کے لیے جو بہت سے علوم ذکر کیے ہیں، وہ تفسیر میں صرف اس حد تک ضروری ہیں جس سے وضاحت حاصل ہو سکے اور اس کے علاوہ یہ تفسیر میں اضافی باتیں ہیں بلکہ بسا اوقات یہ تفسیر کے اصل مفہوم سے انحراف کا سبب بھی بن سکتی ہیں جیسا کہ الرازی (604ھ) اور ابن عرفہ (803ھ) نے اپنی تفسیروں میں کیا۔

---

[28] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري (بيروت: دار المعرفة، ۱۴۲۴ھ)، 13/295۔

[29] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مقدمہ جامع التفسیر (ریاض: دار عالم الفوائد، 2013ء)۔ 93،

[30] کافیجی، محمد بن سلیمان، کتاب التیسیز فی قواعد علم التفسیر (ریاض: دار عالم الفوائد، 2014ء)۔ 145،

تفسیر بالرائے مذموم کی صورتیں:

تفسیر بالرائے مذموم یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر بغیر علم کے کی جائے برابر ہے کہ یہ جہالت کی وجہ سے ہو یا ناقص علمیت کی وجہ سے یا نفسانی خواہشات کے اتباع کی وجہ سے ہو اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

تفسیر بالرائے مذموم کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

ان آیات کی تفسیر کرنا جن کی مراد صرف اللہ ہی جانتا ہے:

یہ ایک قسم کی تفسیر ہے جسے ابن عباس نے ذکر کی ہے، اور اس میں دو امور شامل ہیں:

پہلا: ان غیبی امور اور صفات کی کیفیت معلوم کرنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، جیسے صفات الٰہیہ یا دیگر غیبی امور کی تفصیل۔

دوسرا: ان غیبی امور کے وقوع کے اوقات کی تعیین کرنا جس ظہور کا ذکر آیا ہو، جیسے دابہ کا خروج، عیسیٰ کا نزول، وغیرہ۔

ان چیزوں کی پہچان انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے؛ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ان کو جانتا ہے، وہ اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھ رہا ہے۔

تفسیرِ منقول کی مخالفت کرے یا اس سے اعراض کرنا:

تفسیرِ منقول سے مراد وہ تفسیر ہے جو رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے نقل کی گئی ہو۔ جو شخص تفسیرِ منقول کو نظر انداز کر کے تفسیر کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ تفسیر بالرائے مذموم میں مبتلا ہو جاتا ہے کیونکہ کچھ چیزوں کی تفسیر ایسی ہیں جو صرف نقل سے ہی جانا جا سکتا ہے عقل سے نہیں، جیسے اسباب نزول، قصص آیات، ناسخ و منسوخ وغیرہ۔

دیگر ذرائع کا لحاظ کئے بغیر صرف لغت عربی کو مد نظر رکھ کر تفسیر کرنا:

غرائب القرآن (ہر وہ کلمہ جو وضاحت کا محتاج ہو) کی تفسیر صرف عربی لغت سے کر کے سلف صالحین کے اقوال و آراء کو نظر انداز کرنا، غلطی میں واقع ہونے کا سبب بنتا ہے کرتا ہے۔ پس جو شخص صرف عربی لغت کو مد نظر رکھ قرآن کے پیچیدہ الفاظ کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے زیادہ غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں اور وہ مذموم رائے قائم کرنے والوں میں آ جاتا ہے۔[31]

صرف زبان پر انحصار کرنا، بغیر دیگر تفسیری ذرائع کے، ایک بڑی وجہ ہے جس کی بنا پر تفسیر میں غلطیاں ہوتی ہیں، جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس بات کا ذکر کیا ہے۔[32]

محض اپنی رائے کے مطابق تفسیر کرنا:

یہ بات اکثر اہل بدعت و اہل ہوی میں پائی جاتی ہے کہ وہ جو رائے رکھتے ہیں اس کی تائید کے لیے دلائل تلاش کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ قرآن کریم کے مفہوم و معانی میں تحریف کر دیتے ہیں تاکہ یہ ان کے آراء کے موافق ہو جائے اگر ان بدعتیوں کی یہی سوچ اور عقیدہ نہ ہوتا تو یہ کبھی بھی قرآن کریم کی ایسی منگھڑت تفسیر نہ کرتے۔[33]

---

[31] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن (قاہرہ: دار الشعب، 2006ء)۔، 1/34

[32] ابن تیمیہ، مقدمہ فی اصول التفسیر، 81

[33] ایضا

مثال کے طور پر معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آخرت میں نہیں دیکھا جائے گا اور یہ باطل ہے۔ پھر انہوں نے اس کے لیے دلیل پیش کی کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: لَن تَرَانِي اور انہوں نے لفظ لن کی نفی کو دائمیت پر محمول کیا جو اس مقام پر صحیح نہیں ہے۔[34]

جو مثالیں ہمیں رائے کے جواز پر ملتی ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رائے کا استعمال رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی موجود تھا اگرچہ کم تھا اور پھر صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں اس کا دائرہ وسیع ہو گیا۔

خلاصہ بحث:

اس مقالے میں "تفسیر بالرائے" کے مفہوم، حکم، اور اقسام پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ تفسیر بالرائے، جو کہ قرآن مجید کی تفسیر میں عقل، اجتہاد، اور فہم کا استعمال کرتی ہے، اسلامی فقہ میں ایک اہم موضوع ہے۔ مقالے میں اس کے جواز اور اصولوں کو واضح کیا گیا، ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا گیا کہ تفسیر بالرائے کے لیے علماء نے مختلف شرائط رکھی ہیں تاکہ اس کا استعمال صحیح طریقے سے کیا جا سکے۔ جائز اور ناجائز تفسیر بالرائے کی اقسام پر بھی تجزیہ کیا گیا، اور ان کی تاثیرات کا جائزہ لیا گیا۔ مقالے میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ عصرِ حاضر کے مسائل میں تفسیر بالرائے کے اصولوں کا اطلاق کس طرح کیا جا سکتا ہے تاکہ قرآن کی تعلیمات کو جدید تناظر میں سمجھا جا سکے۔ اس بحث کے ذریعے تفسیر بالرائے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اور اس کے جواز اور اسلوب کو سمجھنے کی کوشش کی گئی تاکہ قرآن کی درست تفہیم اور اطلاق کو ممکن بنایا جا سکے۔

سفارشات:

اس حوالہ سے مزید کام کرنے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

- تفسیر بالرائے کے جواز کے لیے ضروری اصولوں کی وضاحت کی جائے، جیسے عقل، زبان اور اجماع کے استعمال کی حدود۔
- جائز اور ناجائز تفسیر بالرائے کی اقسام پر تحقیق کی جائے اور ان کے اثرات کا تجزیہ کیا جائے۔
- موجودہ دور کے مسائل میں تفسیر بالرائے کے اصولوں کا اطلاق اور اس کی اہمیت کو واضح کیا جائے۔

[34] قرطبی، تفسیر قرطبی، 1/10